نضر اللّٰه امرءًا سمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه

ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
فروری ۲۰۱۴ء

بانی: محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

- تفسیر سورۂ مائدہ
- سنت کے سائے میں
- اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور صوفیا
- سرزمین شام کے فضائل
- سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محبت

مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

114

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماھنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 11 | ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ فروری ۲۰۱۴ء | شمارہ : 2

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ : 25 روپے

سالانہ : 400 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد الاثری

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0301-8556571

تفسیر سورۂ مائدہ

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ① ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم عہد پورے کرو، تمھارے لئے چوپائے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں، سوائے ان کے جو (ابھی) تم پر پڑھے جائیں گے، اس حال میں کہ شکار کو حلال جاننے والے نہ ہو، جبکہ تم حالتِ احرام میں ہو۔ بلاشبہ اللہ فیصلہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔"

(۵/ المائدۃ:۱)

فقہ القرآن:

❶ ......اس سورت کو مائدہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی دو آیتوں (۱۱۲، ۱۱۴) میں مائدہ (دسترخوان) کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

❷ ......جبیر بن نفیر رحمہ اللہ نے فرمایا: میں حج کرنے گیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں (بھی) حاضر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے جبیر! تم سورۂ مائدہ پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: یہ سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے، لہٰذا اس میں جو چیز حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جسے حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔

(اسنادہ صحیح، المستدرك للحاکم ۲/ ۳۱۱، السنن الکبریٰ للنسائی : ۱۱۱۳۸)

ایک روایت میں سورۃ النصر کو آخری سورت قرار دیا گیا ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۳۰۶۳ وسندہ حسن) ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ حلال وحرام کے احکام ومسائل کے سلسلے میں سورۂ مائدہ آخری سورت ہے۔

❸ ......امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ سے مراد ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار

کرو، بندگی کے ذریعے سے اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ، اس کی الوہیت کو تسلیم کرو اور اس کے رسول محمد ﷺ کی، ان کی نبوت میں اور جو وہ اپنے رب کی طرف سے شرائع دینیہ لائے ہیں کی تصدیق کرو۔ (تفسیر طبری ٤/ ٢٨٨)

❹ ...... امام قتادہ رحمہ اللہ (متوفی ١١٧ھ) فرماتے ہیں: ﴿اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ﴾ سے مراد عہود ہے، یعنی عہد پورے کرو۔ (تفسیر طبری ١٠٩٣٤، وسندہ حسن)

۞ ...... ﴿اَوۡفُوۡا﴾ اِیۡفَاءٌ مصدر سے امر ہے اور کسی چیز کی تکمیل اور پورا کرنے کو ایفاء کہتے ہیں۔

۞ ...... ﴿بِالۡعُقُوۡدِ﴾ عَقۡدٌ کی جمع ہے۔ گرہ لگانے اور دو چیزوں کو جوڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ مضبوط عہد کو بھی عقد کہا جاتا ہے۔

❺ ...... ﴿اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ﴾ سے کوئی خاص عہد مراد نہیں، بلکہ یہ عام ہے۔ خواہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا بندوں سے کیا جائے اور عہد سے متعلق سوال بھی ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ۝۳۴﴾

"اور عہد کو پورا کرو، بلاشبہ عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔"

(بنی اسرائیل: ١٧/ ٣٤)

❻ ...... ﴿اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ﴾ سے بعض الناس نے استدلال کیا ہے کہ بیع خیار مجلس درست نہیں کیونکہ یہ نقض عہد ہوگا اور آیت ایفاء عقد کا حکم دے رہی ہے۔

(دیکھئے: التفسیر المظہری (٣/ ١٣) و نسخۃ اخریٰ (٣/ ٢٢٩)

ان لوگوں کا یہ استدلال صحیح حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((البیّعان بالخیار مالم یتفرقا)) "خرید و فروخت کرنے والوں کو (بیع مسترد کرنے کا) اختیار ہے جب تک کہ وہ جدا جدا نہ ہو جائیں۔" (صحیح بخاری: ٢١١٠، صحیح مسلم: ١٥٣١)

یہ حدیث بیع خیار مجلس کی مشروعیت پر صریح دلیل ہے، نیز معلوم شد کہ جب تک

مجلس عقد سے دونوں جدا نہ ہو جائیں، عقد کی تکمیل بھی نہیں ہوتی۔

مسئلے کی اسی صورت کو حق اور انصاف قرار دینے کے باوجود محمود حسن دیوبندی صاحب کو کہنا پڑا: "نحن مقلدون یجب علینا تقلید إمامنا أبي حنیفة" ہم مقلد ہیں (لہٰذا) ہم پر ہمارے امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ (تقریر ترمذی ص ۳۹)

﴿بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ﴾ اس کے معنی میں اختلاف ہے لیکن عام طور پر درندوں اور پرندوں کے علاوہ باقی جانوروں کو بہیمہ کہا جاتا ہے۔ ''انعام'' کا زیادہ تر اطلاق اونٹ، گائے اور بکری پر ہوتا ہے۔ (نیز دیکھئے سورۂ انعام آیت: ۱۴۲۔۱۴۴)

امام قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "الأنعام کلها" یعنی اس سے مراد تمام جانور ہیں۔

(تفسیر طبری ۴/۲۹۲ وسندہ حسن)

بھینس گائے کی قسم میں سے ہے۔ امام ابن منذر رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں: ''اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس گائے کے حکم میں ہے۔'' (کتاب الاجماع: ۹۱)

﴿بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ﴾ کی رُو سے بھینس بھی حلال ہے۔ بعض الناس عموماً اہل حدیث پر اعتراض وارد کرتے ہیں کہ ''بھینس حلال ہے؟ اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دکھائیں'' حالانکہ مذکورہ آیت کی رُو سے خود انھیں بھی تسلیم ہے کہ بھینس حلال ہے جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

عبدالحق حقانی لکھتے ہیں: ''اس لفظ میں گائے، بھینس، اونٹ، بھیڑ، بکری، جنگل کے قابل شکار جانور ہرن، چکارا وغیرہ سب شامل ہیں۔'' (تفسیر حقانی: ۲/۴)

غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں: ''انعام اونٹ، گائے اور بکریوں کو کہتے ہیں اور جو جانور ان کے ساتھ ملحق ہیں، جیسے بھینس، بھیڑ اور ہرن وغیرہ'' (تبیان القرآن ۳/۳۴)

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے اونٹ، بکری، گائے بھینس وغیرہ کو حلال کر دیا ہے۔'' (معارف القرآن ۳/۱۳)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا: ''بھینس اور بھینسا

گایوں کی جنس سے ہیں یہ حلال ہیں۔'' (ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ۲۴/۵)

❽ ...... ﴿اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ امام قتادہ رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''مردار اور جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔''

(تفسیر طبری ۲۹۴۳۴ وسندہ حسن)

اس کی تفصیل وتفسیر آیت:۳ میں آ رہی ہے (ان شاء اللہ) اور امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اسی آیت کو ﴿اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ کی بہترین تفسیر قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: تفسیر طبری ۴/ ۲۹۵)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے فرمایا: ''بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد آیت: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ ...﴾ ہی ہے۔ واللہ اعلم'' (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۸)

❾ ...... ﴿غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ چوپائے مویشی کا شکار حلال ہونے کے باوجود حالتِ احرام میں ممنوع ہے اور یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ احرام باندھے ہوئے شخص کے لئے شکار کرنا یا شکار کردہ جانور کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

سیدنا صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اَبْواء یا وَدَّان (کے مقام) پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گورخر (شکار کردہ جانور) کا تحفہ پیش کیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا، پھر جب آپ نے ان کے چہرے (کے آثار) کو دیکھا تو فرمایا: ''واپس کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔''

(صحیح بخاری: ۱۸۲۵، صحیح مسلم: ۱۱۹۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ (المائدہ: ۵/ ۹۶)

''تمھارے لیے خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالتِ احرام میں رہو۔''

البتہ اگر غیر مُحرم خاص اپنے لیے شکار کرے، پھر وہ مُحرِم کو بھی تحفہ دے دے تو اس میں سے کھانا جائز ہے۔ (دیکھئے سنن النسائی: ۲۸۲۰ وسندہ صحیح وصححہ ابن حبان: ۹۸۳)

۱۰ ...... امام قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا: اس آیت میں پانچ احکام ہیں:

(۱) عقود (وعہود) پورے کرنے کا حکم (۲) چوپائے مویشیوں کی حلت (۳) ان (حرام کردہ جانوروں) کا استثنا جو اس کے بعد (والی آیات میں) ہیں (۴) حالتِ احرام میں شکار کی حرمت (۵) جو احرام باندھے ہوئے نہیں ہے، اس کے لیے شکار کرنے کی اِباحت۔ (الجامع لاحکام القرآن ۷/ ۲۴۵)

☆......☆......☆

گھوڑے کی حلت اور غیر اہل حدیث

❁ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے کہا: ''گھوڑا بھی شریعت میں حلال ہے۔ تمام فقہاء گھوڑے کے گوشت کو جائز کہتے ہیں...... جہاد کے ذرائع کے تحفظ کی خاطر امام صاحب نے اس کو مکروہ قرار دیا تھا ورنہ وہ جائز ہے۔''

(محاضرات سیرت صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۵۷۴)

❁ غلام رسول سعید بریلوی لکھتے ہیں: ''قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں گھوڑے کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے۔'' (شرح صحیح مسلم از سعیدی: ۶/ ۱۰۴)

❁ اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ''گھوڑی کا دودھ حلال اور پاک ہے کیونکہ گھوڑا حلال ہے مصلحتہً ممنوع ہے۔'' (بہشتی زیور حصہ نہم مسئلہ ۱۳، ص: ۱۱۲)

❁ مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا: ''آدمی اور حلال جانوروں کا جھوٹا پاک ہے۔ جیسے گائے، بکری، کبوتر، فاختہ، گھوڑا۔'' (تعلیم الاسلام، ص: ۵۹)

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

بَابُ مُخَالَطَةِ الْجُنُبِ وَمَا يُبَاحُ لَهُ

جنبی شخص سے میل جول رکھنے اور جو کچھ اس کے لئے مباح ہے، اس کا بیان

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

٤٥١: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: لَقِيَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا جُنُبٌ فَاَخَذَ بِيَدِیْ فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ، فَاَتَيْتُ الرَّحْلَ، فَاغْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَقَالَ: ((**اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ؟!**)) فَقُلْتُ لَهٗ. فَقَالَ: ((**سُبْحَانَ اللّٰهِ! إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ**)) هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ، وَلِمُسْلِمٍ مَعْنَاهُ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ: فَقُلْتُ لَهٗ: لَقَدْ لَقِيْتَنِیْ وَاَنَا جُنُبٌ فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ حَتّٰى اَغْتَسِلَ وَكَذَا الْبُخَارِیُّ فِیْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى.

سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ملے، جبکہ میں جنبی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تو میں آپ کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ آپ (ایک جگہ) بیٹھ گئے۔ میں چپکے سے نکل آیا، گھر آکر میں نے غسل کیا، پھر میں واپس آیا تو آپ (وہیں) بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟'' میں نے آپ کو (اپنی حالت کے بارے میں) بتایا تو آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔'' یہ بخاری (۲۸۵) کے الفاظ ہیں اور مسلم کی حدیث (۱۱۵/ ۳۷۱) اسی معنی ومفہوم کی ہے۔ البتہ '' فقلت له '' کے بعد یہ اضافہ ہے: جب آپ سے میری ملاقات ہوئی تو میں جنبی تھا، لہٰذا میں نے غسل کے بغیر آپ کے پاس بیٹھنا نا پسند کیا۔ بخاری کی

دوسری روایت (۲۸۳) میں بھی اسی طرح ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: امام بغوی رحمہ اللہ (متوفی ۵۱۶ھ) نے فرمایا: ''یہ حدیث دلیل ہے کہ غسل جنابت میں تاخیر جائز ہے اور (حالتِ جنابت میں بعض) ضروریات پوری کرنے کے لئے تگ و دو کی جا سکتی ہے، نیز جنبی شخص سے مصافحہ اور اس سے میل جول بھی رکھا جا سکتا ہے۔

(شرح السنہ ۱/۳۵۲، ۳۵۳)

۲: غضیف بن حارث سے روایت ہے کہ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے کس حصے میں غسل کیا کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کبھی آپ رات کے شروع میں غسل کر لیتے اور کبھی آخر میں۔ میں نے کہا: ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اس معاملے میں وسعت رکھ دی۔ (سنن النسائی: ۲۲۳ وسندہ حسن)

۳: بلا وجہ غسل میں تاخیر کو معمول نہیں بنانا چاہیے کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس گھر میں تصویر، کتا اور جنبی موجود ہوں اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' (سنن ابی داود: ۲۲۷ وسندہ حسن)

محدثین نے صراحت کی ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عادتاً اور سستی و کوتاہی کی وجہ سے غسل میں تاخیر کرتا ہے اور اکثر اوقات جنبی ہی رہتا ہے حتیٰ کہ نماز تک ضائع کر دیتا ہے۔ (دیکھئے: شرح السنة للبغوی (۱/ ۳۵۶۔ ۳۵۷) و معالم السنن للخطابی (۱/ ۱۰۵ وغیرہ)

۴: علامہ نووی (متوفی ۶۷۶ھ) نے فرمایا: ''یہ حدیث فوت شدہ اور زندہ مسلمان کی طہارت کے بارے میں اصلِ عظیم ہے۔'' (شرح نووی ۲/۳۷)

۵: بعض علماء نے حدیث کے مفہوم مخالف سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ کافر و مشرک کا وجود (بدن) نجس ہے، جبکہ جمہور علماء کے نزدیک نجس نہیں ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے جو ان کے ساتھ اختلاط کے

جواز کی متقاضی ہے۔ باقی آیت: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ ''مشرک لوگ ناپاک ہیں۔'' (سورۂ توبہ: ۲۸) تو اس سے مراد معنوی و اعتقادی نجاست ہے۔ واللہ اعلم

۶: رسول اللہ ﷺ کا بہترین طرزِ تعلیم ، امت کے لئے کمال خیر خواہی پر دلالت کناں ہے۔

۷: نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی مکمل نگہداشت اور تربیت فرماتے تھے۔

۸: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی بہت زیادہ تکریم و تعظیم کیا کرتے تھے۔

۴۵۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَوَضَّأْ، وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، ثُمَّ نَمْ)) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(سیدنا عبداللہ) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے، سیدنا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''وضو کرو اور شرم گاہ کو دھولو، پھر سو جاؤ۔'' متفق علیہ (بخاری: ۲۹۰ ، مسلم: ۲۵/ ۳۰۶)

فقہ الحدیث:

۱: جنبی شخص اگر سونا چاہے تو اپنی شرمگاہ دھوئے، پھر وضو کر کے سو جائے۔

۲: رسول اللہ ﷺ حالت جنابت میں وضو یا تیمّم کر کے سو جاتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی (۱/ ۴۰۰ وسندہ حسن) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری (۱/ ۳۹۴ ح ۲۹۰)

۳: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جنبی آدمی کو وضو کے بغیر نہیں سونا چاہیے۔

(موطأ امام مالك ۱/ ۴۸ ح ۱۰۶ ، وسندہ صحیح)

۴: دینی و شرعی مسائل پوچھنے اور بتانے میں کسی قسم کی جھجک نہیں ہونی چاہیے۔

۵: یہ حدیث دین اسلام کے کامل ہونے کی بھی دلیل ہے کہ اس میں ہر مسئلے کی رہنمائی موجود ہے۔ وللہ الحمد

٤٥٣: وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا كَانَ جُنُبًا فَاَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَنَامَ، تَوَضَّأَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلٰوةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب نبی ﷺ جنبی ہوتے اور آپ کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو آپ نماز والا وضو کر لیتے تھے۔ متفق علیہ
(بخاری: ۲۸۸، مسلم: ۲۲/ ۳۰۵)

فقہ الحدیث:

۱: جنبی شخص کے لیے کھانے پینے یا سونے سے پہلے وضو کرنا مسنون ہے۔

۲: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اگر حالت جنابت میں کھانا کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا چہرہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوتے، سر کا مسح کرتے، پھر کھانا کھاتے یا سو جاتے تھے۔ (موطأ امام مالك ١/ ٤٨ ح ١٠٧، وسنده صحيح)

۳: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (حالتِ جنابت میں) کھانے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھ دھو لیتے تھے۔ (سنن ابی داؤد: ۲۲۳، صحیح)

٤٥٤: وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهُ، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَّعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوْءً**)) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے پاس آئے، پھر وہ دوبارہ آنے (جماع) کا ارادہ کرے تو ان دونوں (باریوں) کے درمیان وضو کر لے۔'' اسے مسلم (۲۷/ ۳۰۸) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اگر کوئی شخص دو مرتبہ جماع کرنا چاہے تو ان دونوں کے درمیان وضو کرنا مسنون و مستحب ہے۔

۲: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی دوبارہ آنے (یعنی جماع) کا ارادہ کرے تو اسے (پہلے) وضو کر لینا چاہیے کیونکہ (وضو) اس کے لیے چستی کا باعث ہوگا۔'' (اسناده صحيح، ابن خزيمة: ٢٢١ - ابن حبان: ١٢١١ - المستدرك للحاكم

: ١/ ١٥٢ ـ السنن الکبریٰ للبیهقی : ١/ ٢٠٤ ـ شرح السنة للبغوی : ٢٧١)

۳: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے فرمایا: ''دوبارہ ارادۂ جماع کے وقت وضو کا حکم ندب (مستحب) ہے کیونکہ جماع کرنے کے بعد باوضو ہونے والا دوبارہ جماع کے لیے چست اور مستعد ہو جاتا ہے (یہ) اس وجہ سے نہیں کہ دوبار جماع کرنے کے درمیان وضو واجب ہے اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ پہلے جماع کے بعد اور وضو سے پہلے (دوبارہ) جماع کرنا ممنوع و ناجائز ہے۔'' (صحیح ابن خزیمة قبل حدیث : ٢٢١)

۴۵۵: وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَطُوْفُ عَلٰی نِسَآئِهٖ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سیّدنا انس (ابن مالک رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں کے پاس ایک ہی غسل کے ساتھ چکر لگا لیتے تھے۔ اسے مسلم (۲۸/ ۳۰۹) نے روایت کیا ہے۔

فقه الحدیث:

۱: یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے خصائل و فضائل پر دلالت کناں ہے۔ صحیح بخاری (۲۶۸) کی حدیث کے مطابق آپ کو تیس مردوں کے برابر قوت و طاقت عطا کی گئی تھی۔

۲: یہ حدیث دلیل ہے کہ دوبارہ جماع کرنے کے لیے غسل یا وضو واجب نہیں بلکہ وضو مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ازواجِ مطہرات کے پاس جانے کے بعد آخر میں ایک ہی غسل کرتے تھے۔

۳: نبی کریم ﷺ عام طور پر باری کا اہتمام فرماتے تھے۔ مذکورہ صورت کو کسی عذر پر محمول کیا جا سکتا ہے، مثلاً قصد سفر یا سفر سے واپسی وغیرہ۔ نیز آپ پر باری کا اہتمام واجب نہیں تھا لیکن آپ ﷺ کے علاوہ سب پر باری مقرر کرنا واجب ہے۔ واللہ اعلم

۴: بعض منکرین حدیث درج بالا حدیث پر دو طرح کے اعتراض کرتے ہیں:

(۱)...... سیّدنا انس رضی اللہ عنہ ایسے پوشیدہ حالات سے کیونکر واقف ہو سکتے ہیں؟ تو عرض ہے کہ اس مفہوم کی حدیث سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ (دیکھئے: صحیح بخاری : ٢٦٧ و صحیح مسلم : ٤٩/ ١١٩٢) وغیرہ، نیز ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ

﴿اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱) کا تقاضا بھی یہی ہے۔ (۲)...... چند گھڑیوں میں یہ کیسے ممکن ہے؟ ان لوگوں کا یہ اعتراض بالکل باطل ہے۔ شروع میں واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے خصائل میں سے ہے اور مسند احمد (۳/۱۶۰ ح:۱۲۶۳۲)، مسند عبد بن حمید (۱۲۶۳، ۱۳۲۵) اور مسند الدارمی (۷۵۳) کی صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک دن (ورات) کا واقعہ ہے۔

۴۵۶: وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَحَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ سَنَذْكُرُهُ فِي كِتَابِ الْأَطْعِمَةِ. اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

سیّدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اسے مسلم (۳۷۳/۱۱۷) نے روایت کیا ہے اور حدیث ابن عباس (رضی اللہ عنہما) ہم ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب الاطعمہ (۴۲۰۹) میں بیان کریں گے۔

فقہ الحدیث:

۱: ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔

۲: وضو میں ہوں یا بے وضو ہر وقت تسبیح و تہلیل، تکبیر و تحمید اور ذکر اذکار کیے جا سکتے ہیں۔

۳: جس روایت میں آتا ہے کہ ”میں نے ناپسند کیا کہ میں طہارت کے بغیر اللہ کا ذکر کروں۔“ (ابن خزیمة: ۲۰۶، ابوداؤد: ۱۷ وغیرہ) وہ حسن بصری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۴: امام طحاوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں جنابت کی حالت میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کی اباحت ہے...... (لیکن اس حالت میں قرآن کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ) حالتِ جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت سے ممانعت کے بارے (بھی) احادیث مروی ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۱/ ۸۸، ح:۵۴۵)

۵: قضائے حاجت کے وقت ذکر اذکار کرنا، سلام کہنا یا سلام کا جواب دینا جائز نہیں ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۷۰)

سوال اجماع سے کیا مراد ہے اور کیا یہ حجت ہے؟ (محمد نعیم، نیوخانپور، ہزارہ)

الجواب امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اجماع کا معنی یہ ہے کہ احکام میں سے کسی حکم پر مسلمانوں کے علماء جمع ہو جائیں اور جب کسی حکم پر اُمت کا اجماع ثابت ہو جائے تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ علماء کے اجماع سے باہر نکلے کیونکہ اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، لیکن بہت سے مسائل میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اجماع ہے، حالانکہ ان میں اجماع نہیں ہوتا بلکہ (اس کے مخالف) دوسرا قول کتاب و سنت میں زیادہ راجح ہوتا ہے۔'' (مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۱۰)

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) نے فرمایا: ''و أمر رسول اللّٰه بلزوم جماعة المسلمين مما يحتج به في أن إجماع المسلمين ـ إن شاء اللّٰه ـ لازم.'' اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم: لزومِ جماعت المسلمین سے حجت پکڑی جاتی ہے کہ ان شاء اللہ مسلمانوں کا اجماع لازم (یعنی حجت) ہے۔ (کتاب الرسالہ ص ۴۰۳ فقرہ: ۱۱۰۵)

نیز دیکھئے: صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۲۰۵، دوسرا نسخہ: ۶۲۴۳)

ایک حدیث میں آیا ہے: ((لا يجمع اللّٰه أمتي على ضلالة أبدًا و يد اللّٰه على الجماعة .)) اللہ میری اُمت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت (اجماع) پر ہے۔ (المستدرك ج ۱ ص ۱۱۶ ح ۳۹۹ عن عبداللّٰه بن عباس رضی اللہ عنہ وسنده صحيح)

حاکم نیشاپوری نے اس حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لن تجتمع أمتي على الضلالة أبدًا فعليكم بالجماعة فإن يد اللّٰه على الجماعة .))

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲ ص ۴۴۷ ح ۱۳۶۲۳ ، وسندہ حسن)

''میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔''

اجماع اتفاق کو کہتے ہیں۔ دیکھئے: تاج العروس (ج ۱۱ ص ۷۵) القاموس المحیط (ص ۹۱۷) المعجم الوسیط (۱/ ۱۳۵) اور القاموس الوحید (ص ۲۸۰) وغیرہ۔

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے فرمایا: ''و اتفاق أهل الحديث على شي يكون حجة'' اور اہلِ حدیث کا کسی چیز پر اتفاق کر لینا حجت ہوتا ہے۔ (کتاب المراسیل ص ۱۹۲)

امام ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) نے آدھے یا چوتھائی سر کے مسح کی توقیت (تعیین وحد بندی) کے بارے میں فرمایا: '' لا يجوز إلا يوجد علمه في كتاب أو سنة أو اجماع . '' یہ جائز نہیں ہے اِلا یہ کہ اس کا علم کتاب، سنت یا اجماع میں ہو۔ (کتاب الطہور ص ۱۲۴ ، تحت ح ۳۳۴)

معلوم ہوا کہ امام ابوعبید اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) نے فرمایا: '' اجماع الناس على شئ أوثق في نفسي من سفيان عن منصور عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود . '' لوگوں کا کسی چیز پر اجماع میرے نزدیک سفیان (الثوری) عن منصور (بن المعتمر) عن ابراہیم (النخعی) عن علقمہ (بن قیس) عن عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔ (الکفایہ للخطیب ص ۴۳۴ وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ اجماع کو زبردست حجت سمجھتے تھے۔

حافظ محمد عبداللہ غازیپوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۳۷ھ) ایک مشہور اہلِ حدیث عالم نے بھی اجماعِ اُمت کا حجت ہونا تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: ابراء اهل الحديث و القرآن

(ص ۳۲)اور الحدیث حضرو: ا ص ۴)

یاد رہے کہ کتاب و سنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین اور علمائے اہلِ سنت سے بلا اختلاف ثابت ہے اور ادلۂ ثلاثہ کی غیر موجودگی میں اجتہاد (مثلاً آثارِ سلف صالحین سے استدلال وغیرہ) جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور صوفیا

سوال اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق علماءِ اہل سنت اور صوفیا کا فرق بیان کیجئے اور صحیح عقیدہ کیا ہے؟ (ابو معاذ، ایبٹ آباد)

الجواب اہلِ سنت کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ اور صفات پر اس طرح ایمان لانا فرض ہے جس طرح قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہے مثلاً:

۱: اللہ تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری پہر میں آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

ان صفات اور تمام صفاتِ ثابتہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے استواء علی العرش اور علوِ سبحانہ وتعالیٰ کے دلائل کے لئے علمائے اہلِ سنت نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، مثلاً حافظ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) کی مشہور کتاب:

العلو للعلی الغفار دو جلدوں میں تحقیق کے ساتھ چھپی ہوئی ہے جس کے ۱۶۴۱ صفحات ہیں۔

امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ نے فرمایا: "نعرف ربنا فوق سبع سمٰوات علی العرش استوی ، بائن من خلقه ولا نقول كما قالت الجهمية: إنه ههنا - و أشار إلى الأرض ." "ہم اپنے رب کو جانتے ہیں، وہ

سات آسمانوں سے اوپر عرش پر مستوی ہے، اپنی مخلوقات سے جدا ہے، اور ہم جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ وہ یہاں ہے_ اور انھوں نے زمین کی طرف اشارہ کیا۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیهقی ص ٤٢٧ وسنده صحیح، دوسرا نسخہ ص ٥٣٨، تیسرا نسخہ ٢/ ٣٣٥ ح ٩٠٢)

اہلِ سنت کے برعکس جہمیہ (ایک انتہائی خطرناک گمراہ فرقہ) اور مبتدعین ضالّین مُضلّین کے دو عقیدے ہیں:

(۱)...... معطلہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ اوپر ہے نہ نیچے، نہ سامنے ہے نہ پیچھے، نہ دائیں طرف ہے نہ بائیں طرف، یعنی وہ جہاتِ ستہ میں سے کسی طرف نہیں!

یہ (معطلہ) لوگ کہتے ہیں: "(أنه تعالی لیس في جهة) من الجهات" وہ (اللہ) تعالیٰ جہات میں سے کسی جہت پر نہیں ہے۔ (دیکھئے: شرح المواقف ج۸ص۲۲)

یہ تو معدوم (جس کا کوئی وجود اور ذات اصلاً نہ ہو) کی صفت اور تعریف ہے۔

(دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیه لابن القیم (١/ ١٨٠، الشامله)

(۲)...... جہمیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہر جگہ بذاتہ اور ہر مخلوق میں ہے۔ معاذ اللہ

ان لوگوں پر سلف صالحین نے شدید رد فرمایا، بلکہ تکفیر بھی کی ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا:

"و مقالة الجهمية : أن الله في جميع الأمكنة . تعالى الله عن قولهم . "

"جہمیہ کا قول ہے کہ اللہ ہر مکان میں ہے۔ پاک ہے اللہ اُن کے قول سے۔" (العلو للعلی الغفار ج۲ ص ٩٧٠ ح ٣٥٢)

یہ لوگ فرقہ ضالہ مشبہہ کی ایک قسم ہیں۔ أعاذنا الله من شرهم

صوفیاء سے عام طور پر دو گروہ مراد لئے جاتے ہیں:

(۱)...... صحیح العقیدہ صالحین اور زہادِ اُمت مثلاً حسن بصری، فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادھم اور بشر بن الحارث الحافی رحمہم اللہ، یہ سب اہل سنت کے عقیدے پر تھے اور جہمیہ، معطلہ مشبہہ اور مبتدعین کے عقائدِ باطلہ سے بہت دور تھے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا:"ولا یجوز وصفه بأنه في كل مكان بل يقال : إنه فی السماء علی العرش" یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ (اللہ) ہر جگہ میں ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے: وہ آسمان پر عرش پر ہے۔(الغنية لطالبی طريق الحق ج۱ ص ۵۶ ، العلو للعلی الغفار ج۲ ص ۱۳۷۰ فقرہ: ۵۴۸ ، ذيل طبقات الحنابله لابن رجب ۱/ ۲۹۶)

یاد رہے کہ غنیۃ الطالبین عبدالقادر جیلانی کی کتاب ہے۔(دیکھئے: کتاب الذیل علی طبقات الحنابله لابن رجب (۱/ ۲۹۶) و العلو للعلی الغفار (۲/ ۱۳۷۰)

عمرو بن عثمان المکی شیخ الصوفیہ نے اپنی کتاب: آداب المریدین میں کہا:

" المستوی علیٰ عرشه بعظمة جلاله دون كل مكان ."

''وہ اپنی عظمت وجلالت کے ساتھ اپنے عرش پر مستوی ہے، ہر جگہ نہیں۔''

(العلو للعلی الغفار ۲/ ۱۲۲۵)

(۲)......حلولی اور ضال مضل (گمراہ) صوفیاء مثلاً حسین بن منصور الحلاج اور ابن عربی المرسی وغیرہما ، ان کے اور اہلِ سنت کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مثلاً ابن عربی نے کہا:

''بس تُو بندہ ہے اور تُو رب ہے۔''

(فصوص الحكم ص ۱۵۷ ، توضيح الاحكام ج۱ ص ۵۷)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

کتابِ مذکور فصوص الحکم کا مصنف اور اس جیسے دوسرے مثلاً قونوی، تلمسانی ، ابن سبعین ،ششتری ، ابن فارض اور ان کے پیروکاروں کا مذہب یہ ہے کہ وجود ایک ہے۔ انھیں وحدت الوجود والے کہا جاتا ہے اور وہ تحقیق وعرفان کا دعویٰ رکھتے ہیں اور یہ لوگ خالق کے وجود کو مخلوقات کے وجود کا عین قرار دیتے ہیں۔

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج۲ ص ۱۲۳۔۱۲۴، توضیح الاحکام ج۱ ص ۵۶)

عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی (غالی صوفی) نے ایک مسافر کا کلام بطورِ تائید اور

بطورِ حجت نقل کیا: ''میں اپنی ہی مخلوق اور اپنا ہی خالق ہوں۔''

(انسانِ کامل، اردو مترجم ص ۳۳ طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

عبدالکریم الجیلی نے اپنی اس کتاب کے شروع میں کہا:

''پس وہی حامد ہے اور وہی حمد اور وہی محمود وہ مطلق عین اُس چیز کا ہے جس کا نام خلق اور حق ہے۔'' (انسانِ کامل ص ۱۷)

حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی (جنھیں بعض لوگ مہاجر مکی کہتے ہیں) نے کہا:

''بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ'' (شمائم امدادیہ ص ۳۸)

حاجی امداد اللہ نے کہا:

''اکثر لوگ توحید وجودی میں غلطی کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں تمثیل بیان فرمائی کہ کسی گُرو کا ایک چیلہ توحید وجودی میں مستغرق تھا راستہ میں ایک فیل مست ملا اسپر فیلبان پکارتا آتا تھا کہ یہ ہاتھی مست ہے میرے قابو میں نہیں ہے۔ اس (چیلہ کو) لوگوں نے بہت منع کیا۔ مگر اس نے نہ مانا اور کہا وہی تو ہے اور میں بھی وہی ہوں خدا کو خدا سے کیا ڈر۔ آخر ہاتھی نے اسے مار ڈالا۔ جب اس کے گُرو نے یہ حال سنا گالی دیکر کہا کہ ہاتھی جو مظہر مضل تھا۔ اسکو تو دیکھا اور فیلبان کو کہ مظہر ہادی تھا نہ دیکھا ہادی و مضل اوپر نیچے جمع تھے۔ ع

''گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔''

(شمائم امدادیہ ص ۹۰، امداد المشتاق ص ۱۲۶ فقرہ: ۳۱۸، دوسرا نسخہ ص ۱۳۲)

اس قصے سے پانچ باتیں ظاہر ہیں:

۱: گُرو کا چیلہ اپنے آپ کو اور ہاتھی کو خدا سمجھتا اور کہتا تھا۔

۲: گُرو کے نزدیک ہاتھی مظہر مضل اور فیلبان (ہاتھی چلانے والا) مظہر ہادی تھا۔

۳: صوفیاء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے بقول اُن کے خیر مظہر ہادی اور

بقول اُن کے شر مظہرِ مضل ہے، جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

۴: گُرو اور حاجی امداد اللہ دونوں نے چیلے کے اس عقیدے ''خدا کو خدا سے کیا ڈر؟'' کی تردید نہیں کی بلکہ لوگوں کو سمجھایا کہ ہاتھی پر فیلبان بھی خدا (مظہر ہادی) تھا، لہٰذا چیلے کو اوپر والے خدا کی بات ماننا چاہیے تھی اور نہ ماننے کی وجہ سے وہ مارا گیا۔

۵: صوفیاء وحدت الوجود کے عقیدے کو دل و جان سے صحیح سمجھتے ہیں۔

یہ موضوع بہت تفصیل طلب ہے، لیکن اختصار کی وجہ سے صوفیائی عقیدہ وحدت الوجود کا ایک واقعہ بیان کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے ایک دفعہ کہا: ''ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا ''میاں صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اُس نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں'' میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اُسے لیکر آئیں جو وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا ''بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟'' اس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے ''بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو ہی ہے'' رنڈی یہ سُنکر آگ ہوگئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولا قوۃ اگرچہ روسیاہ و گناہگار ہوں مگر ایسے پیر کے مُنہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی'' میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگون رہ گئے اور وہ اُٹھکر چلدی۔'' (تذکرۃ الرشید ج۲ص۲۴۲)

اس گنگوہی قصے سے معلوم ہوا کہ صوفیاء کے نزدیک جو شخص توحید میں غرق ہو تو

اس کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ زنا کرنے اور کرانے والا وہی (یعنی اللہ) ہے۔ **معاذ اللّٰہ، استغفر اللّٰہ**

نقلِ کفر کُفر نہ باشد

خود رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے لکھا:

''تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔''

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶، بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۵)

مختصر یہ کہ اس قسم کے صوفیاء اور وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے قرآن و حدیث کے مخالف اور اہلِ سنت سے خارج ہیں۔ **أعاذ نا اللّٰہ من شرھم ۔ آمین**

رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک اور حیاتِ برزخیہ

سوال رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک میں برزخی حیات سے متعلق علمائے اہلِ سنت کا عقیدہ کیا ہے؟ (قاضی حارث رؤف)

الجواب رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ "خرج رسول اللّٰہ ﷺ من الدنیا" والی حدیث سے ثابت ہے۔

(دیکھئے: صحیح بخاری، ۵۴۱۴)

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اور آپ (ﷺ) اپنی قبر میں برزخی طور پر زندہ ہیں۔''

(سیر اعلام النبلاء ۹/ ۱۶۱، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۲۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

" لأنـه بعدَ موته و إن كان حيًّا فهي حياة أخروية ، لا تشبه الحياة الدنيا . والله أعلم " (فتح الباری ۷/ ۳۴۹ ح ۴۰۴۲)

"بے شک آپ (ﷺ) اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں، لیکن یہ اُخروی زندگی ہے جو دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے۔" واللہ اعلم

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی اُخروی اور برزخی زندگی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر وفات نہیں آئی یا آپ دنیاوی طور پر زندہ ہیں، ان لوگوں کی یہ دونوں باتیں قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت نہیں اور نہ اکابر علمائے اہلِ سنت ہی سے ثابت ہیں، لہٰذا یہ عقیدہ غلط و باطل ہے۔

خواب اور بیداری میں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

سوال خواب اور بیداری کی حالت میں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (عبدالقیوم، نیو خانپور ہزارہ)

الجواب خواب میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار ممکن ہے۔

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۴۰ ص ۱۲۔۱۳، عدد ۶۶ ص ۴)

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کا جو دیدار کیا تھا وہ حدیث کے حکم میں ہے اور حجت ہے۔

صحابہ کرام کے بعد قیامت تک ہر شخص کا یہ دعویٰ کہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا ہے، شرعی حجت نہیں بلکہ اگر اس میں قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف صالحین کے خلاف کوئی بات ہو تو یہ دعویٰ مردود اور باطل ہے۔

بیداری میں رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں دیدار قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت نہیں، دوسرے یہ کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۵۴۱۴)

لہٰذا بیداری والے دیدار کا دعویٰ غلط اور باطل ہے۔ (۱۰/ اپریل ۲۰۱۰ء)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

حدیث ''تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم'' اور رجسٹرڈ فرقہ

(آخری قسط)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امام کا مفہوم

مسعود صاحب نے لکھا: ''حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا'' امام سے وہی لوگ مراد ہیں جو لوگوں پر حاکم ہوتے ہیں'' (صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۶۸۷ بحوالہ صحیح البخاری)

جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی بالکل وہی بات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کی کہ ''امام جو لوگوں پر حاکم ہو'' اور محکوم تو حاکم قطعاً نہیں ہوتا۔ لیکن رجسٹرڈ فرقہ پرست ان تصریحات کے برعکس ایک محکوم محض شخص کو امام بنائے بیٹھے ہیں۔ المختصر کہ ان کا مؤقف قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ جماعت سے مراد اسلامی حکومت اور امام سے مراد مسلم حکمران ہے۔ مزید وضاحت کے لئے درج ذیل عنوان ملاحظہ کیجئے:

امیر کے حقوق (رعایا کے فرائض)

مسعود صاحب نے اپنی منہاج میں عنوان بالا کے تحت چند احکامات لکھے ہیں، ان سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امیر یا امام کسے کہتے ہیں:

۱: مسعود صاحب نے لکھا: ''رعایا کو چاہیے کہ امیر کی اطاعت کرے خواہ امیر حبشی غلام ہو اور بدصورت ہی کیوں نہ ہو'' (منہاج ص ۶۷۲)

اس کے ثبوت میں مسعود صاحب نے حاشیہ نمبر ۳ میں سورۂ نساء: ۵۹ اور صحیح بخاری کی ایک حدیث نقل کی ہے۔

۲: اسی طرح لکھا: ''امیر اگر حق تلفی بھی کرے تو رعایا کو چاہیے کہ اس کا حق اسے دے۔'' (منہاج ص ۶۷۴ بحوالہ صحیح بخاری)

ان دونوں مقامات پر نقل کردہ احادیث میں امیر کا اور رعایا کا ذکر ہے، امیر حاکم ہوتا ہے اور رعایا محکوم ان بلکہ کسی بھی حدیث میں تیسری قسم ''محکوم حاکم'' یعنی وہ شخص جو خود کسی رعایا میں شامل ہوتے ہوئے بھی ''حاکم'' ہونے کا مدعی ہو، اس کا ذکر نہیں۔

من ادّعی فعلیه البیان

رجسٹرڈ فرقہ پرستوں کے امام اشتیاق صاحب حاکم تو نہیں اور ان کے محکوم ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ موصوف ''حدود آرڈیننس'' کے ایک کیس میں کچھ عرصہ جیل کی ہوا بھی کھا چکے ہیں، جب پاکستانی عدالت میں ان پر کیس بنا، عدالت نے ان کی گرفتاری کے احکام جاری کیئے تو وہ جیل میں ڈال دیئے گئے، اگر وہ حکومت پاکستان کے محکوم نہ ہوتے تو جیل میں کبھی نہ ڈالے جاتے۔ تو محکوم شخص حاکم نہیں ہوسکتا۔

۳: مسعود صاحب نے لکھا:

''حکام سے دور رہے، جھوٹ میں اُن کی تصدیق نہ کرے، ظلم میں ان کی مدد نہ کرے۔'' (منہاج ص:٦٧٢)

ثبوت کے طور پر مسعود صاحب نے حاشیہ نمبر: میں دو احادیث نقل کی ہیں، ایک میں ''امراء'' کا لفظ ہے اور دوسرے میں ''سلطان'' کا۔ امراء امیر کی جمع ہے۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ امیر حاکم کو کہتے ہیں۔

رعایا کے حقوق (امیر کے فرائض)

یہ عنوان بھی مسعود صاحب کا قائم کردہ ہے اس کے تحت جو احکام لکھے ہیں ان سے بھی خوب وضاحت ہوتی ہے کہ امیر حاکم کو کہتے ہیں نہ کہ محکوم کو۔

ا: اقامت صلوٰۃ...! مسعود صاحب نے لکھا:

''امیر کو چاہیئے کہ رعایا میں نماز کی اقامت کا انتظام کرے، زکوٰۃ کی وصولیابی کا بندوبست کرے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔''

(منہاج ص ٦٧٥)

اس کی دلیل جو مسعود صاحب نے نقل کی حاشیہ نمبر ۴ میں وہ بھی ملاحظہ کیجئے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (منہاج ص ۶۷۵)

مسعود صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا:

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر اللہ زمین میں ان کو استحکام و غلبہ عطاء کرے تو یہ نماز کو قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں، نیک بات کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔''

(تفسیر قرآن عزیز ۶/ ۸۸۶)

اور اس آیت کی تفسیر میں لکھا: ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر صحابہ کرام کے دور خلافت کی تعریف فرمائی ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ صحابہ کرام کے دور خلافت میں اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا معقول انتظام تھا، صحابہ کرام معروف کاموں کا حکم دیتے تھے اور برے کام سے روکتے تھے۔'' (حوالہ بالا ص ۹۰۷)

بلاشبہ اس آیت کا اولین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے، مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' میں یہ آیت نقل کر کے انجانے میں ہی سہی یہ ثابت کر دیا کہ امیر وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس ''خلافت'' ہو۔ زمین پر استحکام و غلبہ حاصل ہو، جس نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا، امر بالمعروف و نھی عن المنکر کا نظام قائم کر رکھا ہو۔ اس حقیقت سے مسعود صاحب بھی بخوبی آگاہ تھے یہی وجہ ہے کہ اپنی منہاج میں ''خلافت علی منہاج النبوت'' کے تحت لکھا:

''خلافت علی منہاج النبوت کی علامت یہ ہے کہ دین مستحکم ہو، امن و امان قائم ہو، اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہو اور صرف اللہ اکیلے کی حکومت قائم ہو، اس کے قانون و اطاعت میں کسی دوسرے کی شرکت نہ ہو پوری سلطنت میں اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔ نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ قائم ہو نیک باتوں کا حکم دیا جائے اور بری باتوں سے روکا جائے۔''

پھر حاشیہ نمبر: ۳ میں سورۃ النور: ۵۵ اور الحج: ۴۱ نقل کر دی۔ (منہاج ص ۶۷۱)

دیکھئے جو آیت (الحج: ۴۱) خلیفہ و خلافت کی ذمہ داریاں ثابت کرتی ہے وہی آیت ''امیر کے فرائض'' بھی ثابت کرتی ہے، مسعود صاحب کے اپنے طرزِ عمل سے واضح ہو جاتا ہے ''خلافت و امارت'' یا ''امیر و خلیفہ'' دو مختلف و متضاد چیزوں کا نام نہیں بلکہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ان میں فرق ثابت کرنا خود ساختہ بات ہے۔

سود خوروں سے جنگ

۲: مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے مزید لکھا:

''امیر کو چاہیے کہ رعایا میں سے جو لوگ سود لینا شراب پینا نہ چھوڑیں ان سے جنگ کرے۔'' (منہاج ص ۶۷۵)

بات تو بالکل واضح ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کے لئے جناب نے دلیل کیا نقل کی، تاکہ امارت و خلافت کا خود ساختہ فرق اور امارت کا مصنوعی تصور منہدم ہو۔

مسعود صاحب نے اس کی دلیل میں کہا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾ (البقرۃ: ۲۷۸۔ ۲۷۹) اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو تو سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایسا نہ کرو تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سُن لو'' (ترجمہ از مسعود احمد، تفسیر قرآن عزیز ج ا ص ۱۰۳۳)

اسی آیت کی تفسیر میں مسعود صاحب نے لکھا:

'' تمہارے لئے اعلان جنگ ہے، تم جنگ کے لئے تیار رہو، اسلامی حکومت میں سودی کاروبار جاری رہے یہ نہیں ہو سکتا۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو باغی قرار دے کر ان کے خلاف سخت کارروائی کرے اور اگر فوج کشی کی ضرورت پیش آجائے تو اس میں بھی کوتاہی نہ

کرے‘‘ (حوالہ بالا ج ۱ ص ۱۰۳۵)

قارئین کرام! غور کیجئے مسعود صاحب نے اپنی منہاج میں ’’شراب وسودخوروں سے جنگ، امیر کے فرائض‘‘ میں لکھ کر امیر کی ذمہ داری بتلائی اور تفسیر میں ’’اسلامی حکومت‘‘ کا فرض قرار دیا، کیا اس سے واضح نہیں ہو جاتا کہ ’’امیر‘‘ اسلامی حکومت کے سربراہ کو کہتے ہیں، جس کے پاس قوت وغلبہ ہو۔ یہ سب کچھ کرنے کا اختیار ہو، تنظیم و پارٹی کے سربراہ کو نہیں کہتے جو خود محکوم ہو۔ افسوس ہے کہ اس حقیقت سے آگاہی کے باوجود مسعود صاحب خود کو امیر، امام اور سلطان باور کراتے تھے نئے امیر کا بھی اپنے بارے میں یہی خیال ہے، لیکن اسلامی حکومت نہ ان کے پاس تھی نہ ان کے نئے امیر کے پاس، ’’امیر کے فرائض‘‘ نہ مسعود صاحب نے ادا کیئے نہ نئے امیر صاحب ان فرائض کو ادا کرنے کے موڈ میں ہیں، چونکہ اس کی قوت ہی نہیں رکھتے۔

سوچیے! ایک معلم کا فریضہ ہے کہ وہ طلبا کو تعلیم دے لیکن جو معلّمی کے منصب کا مدعی ہو لیکن پڑھانے، تعلیم دینے کی صلاحیت سے محروم ہو، کیا کوئی عقل مند آدمی اسے ’’معلم‘‘ کہے اور سمجھے گا؟ یقیناً نہیں، تو جو اس کے مقابلے میں کئی گنا بڑھ کر ’’امیر‘‘ ہونے کا مدعی ہو اور ’’امیر کے فرائض‘‘ و ذمہ داریاں ادا کرنے سے بالکل قاصر و عاجز ہو اسے شرعی ’’امیر‘‘ کہنا، سمجھنا اور باور کرانے کی کوشش کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ حالانکہ ایک معلم کی ذمہ داری تو صرف گنتی کے چند طلبا تک محدود ہوتی ہے اور رجسٹرڈ فرقہ کے امام تو ’’امیر کل عالم‘‘ ہونے کے مدعی ہیں۔

فوج و پولیس کے محکمے

۳: ’’امیر کے فرائض‘‘ میں سے ایک فرض بیان کرتے ہوئے مسعود صاحب نے لکھا:

’’امیر کو چاہیئے کہ فوج اور پولیس کے محکمے قائم کرے۔‘‘ (منہاج ص ۶۷۷)

اشتیاق صاحب اور ان کے رجسٹرڈ فرقے کے لوگ مدعی ہیں کہ اشتیاق ان کے

امیر ہیں۔

بتائیے ان کی فوج کے محکمے کہاں ہیں، فوج کا G.H.Q ''جنرل ہیڈکوارٹر'' کہاں ہے؟ اور ان کی پولیس کے تھانے اور دفاتر کہاں ہیں؟ فوج و پولیس کے سربراہ کون ہیں؟ اور جب حکومت پاکستان کی پولیس اشتیاق صاحب کو گرفتار کر کے لے گئی اور جیل میں ڈال دیا تھا تو اشتیاق صاحب کی فوج اور پولیس والے کہاں تھے؟ اگر رجسٹرڈ فرقہ پرستوں کی فوج اور پولیس کے محکمے نہیں اور یقیناً نہیں تو جواب دیں کہ ان کا امیر اپنا یہ فرض کیوں ادا نہیں کرتا؟

اونچی قبریں اور امیر کا فرض

۴: مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے لکھا:

''امیر کو چاہیے کہ مورتوں کو توڑنے اونچی قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا انتظام کرے۔'' (منہاج ص ۶۷۷)

یہ ''انتظام'' کیسے ہوگا، اس کا طریقہ کیا ہے؟ مسعود صاحب نے حاشیے کے ذریعے سے اس حکم کی دلیل میں جو حدیث نقل کی اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے لکھا ہے:

''عن ابی الھیاج الاسدی عن عَلِیٍّ قال ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول اللّٰه ﷺ لا تدع تمثالاً الاّ طمسته ولا قبرًا مشرفا الاّ سویته (صحیح مسلم)'' (منہاج ص ۶۷۷)

(ترجمہ) ابوالھیاج الاسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کام کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا (جاؤ) تم کسی بت کو توڑے بغیر اور کسی اونچی قبر کو برابر کیے بغیر نہ چھوڑنا۔''

ملک بھر کے قبرستانوں کی طرح شہر کراچی میں بھی اونچی قبروں کی بھرمار ہے۔

کتنے ہی شاپنگ سینٹر ہیں جن میں مورتیوں اور پتلیوں کا طومار ہے۔ رجسٹرڈ فرقے کے امام جو امیر ہونے اور خلیفہ جیسے حقوق حاصل ہونے کے مدعی ''امیر کل عالم'' کہلاتے ہیں ۔مگر مجبور اتنے ہیں کہ اپنے شہر کی قبروں کو زمین کے برابر کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے ،آخر کیوں وہ دیگر فرائض کی طرح اپنا یہ فریضہ بھی ادا نہیں کر رہے؟

سرکاری عہدے اور امیر

۵: اسی ضمن میں مسعود صاحب نے لکھا: ''امیر کو چاہیے کہ اس شخص کو سرکاری عہدہ نہ دے جو اس کا طلب گار ہو۔'' (منہاج ص ۶۷۷،۶۷۸)

''سرکاری عہدہ'' کیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے پہلے ''سرکار'' کا مطلب دیکھئے، علمی لغت میں لکھا ہے: ''سرکار، حکومت، سلطنت، گورنمنٹ (۲) دربار شاہی (۳) سردار، حاکم...'' (علمی اردو لغت ص ۹۰۶)

''سرکاری عہدہ'' کا مطلب ہوگا حکومتی اور گورنمنٹ کے عہدے، جب حکومت ہی نہیں تو حکومتی عہدے کیا ہوں گے، اور کیا کسی کو دیں گے۔ تنظیمی اور پارٹی عہدوں کو ''حکومتی عہدے'' سمجھنا دل کے بہلاوے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا... بہرحال مسعود صاحب کی اس تحریر سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ''امیر'' کسے کہتے ہیں۔

حدود وتعزیرات

۶: ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے مسعود صاحب نے لکھا:

''حدود اللہ کے علاوہ کسی جرم میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے۔''

(منہاج ص ۶۷۶)

بات واضح ہے کہ ''حدود وتعزیرات'' کا نفاذ بھی امیر کی ذمہ داری ہے، اور اس میں قصاص دیت، چوری، زنا وغیرہ کی سزائیں بھی شامل ہیں۔ البتہ جس جرم کی سزا دین میں مقرر نہیں اس میں دس سے زیادہ کوڑے نہ مارے اور ایسی سزا کو تعزیر کہتے ہیں۔ یہ

بات اظہر من الشّمس ہے کہ رجسٹرڈ فرقے کے ''امیر کل عالم'' حدود وقصاص اور دیت کے احکام بھی نافذ نہیں کرتے۔

جزیہ

۷: مسعود صاحب نے لکھا:

''اگر کفار اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے۔''

(منہاج ص ۶۷۹)

دیگر تمام کاغذی جماعتوں کے کاغذی امراء کی طرح رجسٹرڈ فرقہ پرستوں کے امیر کے بھی بس میں نہیں ہے کہ وہ یہ کام کرسکیں، اگرچہ ''امیر کلِّ عالم'' ہونے کا زعم ہو۔

قیمتیں مقرر کرنا

۸: مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے لکھا:

''رعایا کو کسی خاص نرخ پر بیچنے پر مجبور نہ کرے'' (منہاج ص ۶۷۶)

''امیر'' ایسا تب کرسکتا ہے جب اس کے پاس طاقت وقوت ہو اور تب ہی اسے اس کام سے روکا جاسکتا ہے، لیکن جب وہ خود ہی مجبور ومحکوم ہو تو کسی کو کیا مجبور کرسکتا ہے؟!

خلاف شرع کام اور امیر

۹: ''امیر کے فرائض'' میں مسعود صاحب نے لکھا:

''امیر کو چاہیے کہ رعایا کے دینی و دنیوی امور کی نگرانی کرے، رعایا کو خلاف شرع کام کرنے سے باز رکھے۔'' (منہاج ص ۶۷۶)

کون نہیں جانتا کہ معاشرے میں خلاف شرع کاموں کی کثرت ہے، مسعود صاحب کے بیان کے مطابق ان تمام کاموں سے روکنا، باز رکھنا ''امیر'' کا فرض ہے۔ لیکن ان کا امیر اس سلسلے میں کچھ کرنے سے قاصر ہے۔

شراب خوروں سے جنگ

۱۰: مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے لکھا:

''امیر کو چاہیے کہ رعایا میں سے جو لوگ ... شراب پینا نہ چھوڑیں اُن سے جنگ کرے۔''

اس کی دلیل میں مسعود صاحب نے سنن ابی داود کی حدیث (۳۶۸۳) نقل کی جس میں گندم کی شراب کے متعلق دیلم الحمیری رضی اللہ عنہ نے کہا:

''النَّاسُ غیرُ تارِکِیْهِ ، قال: اِنْ لَّمْ یَتْرُکُوْهُ فَقَاتِلُوْهُمْ ''

لوگ اسے نہیں چھوڑیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اسے نہ چھوڑیں تو ان سے قتال (جنگ) کریں۔

مسعود صاحب نے لکھا: ''سندہ صحیح''

سوال پھر وہی اٹھتا ہے کہ ہمارے ملک میں ہر جگہ شراب کے اڈے ہیں، شراب عام بکتی ہے، شراب پینے والوں کی بھی کثرت ہے۔ مسعود صاحب نے خود کو ''امیر کل عالم'' سمجھتے ہوئے بھی شرابیوں سے جنگ نہیں کی نہ اشتیاق صاحب ہی کر رہے ہیں۔ تو یہ امیر کیسے ہوئے؟

قارئین کرام! امیر کے فرائض و ذمہ داریوں سے متعلق یہ دس شرعی احکامات خود رجسٹرڈ فرقہ کے بانی مسعود صاحب کے قلم سے آپ کے سامنے ہیں، ان میں سے ایک آدھ استدلال پر مسعود صاحب سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے لیکن ''امیر کے فرائض'' پر مبنی ان احکامات کا غالب حصہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ ان فرائض سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے ''امیر'' حاکم وقت کو کہتے ہیں، جس کے پاس امارت و حکومت ہو، قوت و غلبہ اور اقتدار ہو۔ جس کے ذریعے سے وہ اپنی تمام ذمہ داریاں اور فرائض بحسن وخوبی انجام دے سکے۔ جو ان فرائض کو ادا کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو محکوم، مغلوب اور مجبور ہو وہ امیر نہیں ہو سکتا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اشکال: اگر کوئی رجسٹرڈ فرقہ پرست یہ کہہ دے کہ مسعود صاحب واضح کر چکے ہیں کہ "ہر خلیفہ امیر یا امام ہوتا ہے لیکن ہر امیر یا امام خلیفہ نہیں ہوتا"

(امیر کی اطاعت ص ۲۱، طبع جدید)

لہٰذا "امیر کے فرائض" میں مذکور احکام خلیفہ کی ذمہ داریاں ہیں "امیر" کی نہیں۔

جواب: مسعود صاحب کی یہ بات "کلمۃ حق اُرید بہ الباطل" کے مصداق ہے۔ چونکہ مطلقاً امیر سے مراد خلیفہ و سلطان ہی ہوتا ہے اور ہر امیر جو خلیفہ نہیں ہوتا وہ امیر و خلیفہ کی طرف سے مقرر کسی مہم لشکر یا علاقے کا امیر ہوگا تو اس صورت میں وہ خلیفہ نہیں ہوگا۔ مسعود صاحب کے مقلد احادیث سے جو بھی مثال پیش کریں گے وہ اس صورت سے خالی نہیں ہوگی، ان شاء اللہ! جو چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مسعود صاحب امیر و امام اور خلیفہ میں فرق کے قائل تھے۔ اس کے باوجود بھی ہماری نقل کردہ تمام ذمہ داریاں اور فرائض مسعود صاحب نے "امیر کے حقوق" اور "امیر کے فرائض" میں بیان کئے ہیں۔ "خلیفہ کے حقوق" اور "خلیفہ کے فرائض" میں ہیں۔ اگر کوئی مدعی سست گواہ چست کا مصداق بنتے ہوئے مندرجہ بالا اشکال پیش کرے بھی تو وہ یاد رکھے کہ مسعود صاحب نے "امیر کے حقوق" میں ہی یہ "مسئلہ" بھی لکھا: "امیر اگر حق تلفی بھی کرے تو رعایا کو چاہیے کہ اس کا حق اسے دے (یعنی اس کی اطاعت کرے، زکوٰۃ دے وغیرہ وغیرہ)" (منہاج ص ۶۷۴)

اور "امیر کے فرائض" میں لکھا: "امیر کو چاہے کہ رعایا میں نماز کی امامت کا انتظار کرے، زکوٰۃ کی وصولیابی کا بندوبست کرے نیکی کا حکم کرے، بُرائی سے روکے"

(منہاج ص ۶۷۵)

تو پھر زکوٰۃ وصول کرنا بھی "خلیفہ" کا حق ہوگا۔ اگر امیر رجسٹرڈ فرقہ زکوٰۃ وصول کرنا اپنا حق سمجھے اور باقی فرائض خلیفہ کے ذمے ڈال دے تو اس کا واضح مطلب ہوگا

کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھوتھو۔

سوال نمبر ۱: اگر رجسٹرڈ فرقے کے مفروضہ کے مطابق امیر اور خلیفہ دو مختلف عہدوں کے نام ہیں تو مسعود احمد نے ''امیر کے حقوق'' اور ''امیر کے فرائض، خلافت اور اس کے متعلقات'' میں کیوں لکھے؟

سوال نمبر ۲: اگر آپ کے مفروضہ کے مطابق دو مختلف عہدے ہیں تو مسعود صاحب نے ''خلیفہ کے حقوق و فرائض'' علیحدہ بیان کیوں نہیں کیئے؟ اگر ان سے بھول ہوئی تو رجسٹرڈ فرقہ نے اس کی تلافی کیوں نہیں کی؟

قارئین کرام! ''امیر کے فرائض'' آپ کے سامنے ہیں، اب آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کے بیان کرنے والے مسعود صاحب نے کس طرح ان کی ادائیگی سے قاصر ہونے کا اعتراف کیا۔ لکھا ہے:

''**اعتراض نمبر ۲:** امیرِ جماعت کی اطاعت اگر فرض ہے تو وہ شرعی سزائیں کیوں نہیں نافذ کرتا۔

جواب: اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کی طاقت کے مطابق مکلّف بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ (البقرہ: ۲۸۶) لہٰذا امیرِ جماعت اپنی طاقت کے مطابق کام کرے گا۔''

(امیر کی اطاعت ص ۲۱، طبع جدید ص ۲۱، آئینہ دار ص ۲۳۵)

جواب الجواب: پہلے جواب کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور بقول مسعود صاحب ''اللہ تعالیٰ ایسا حکم دیتا ہے جو بندہ کر سکے اور اس کی طاقت سے باہر نہ ہو'' (تفسیر قرآن عزیز ۱/ ۱۰۷)

اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے ''امیر'' کو چند امور کا مکلّف ٹھہرایا ہے، رجسٹرڈ فرقہ کی منہاج اس بات کی گواہ ہے، ''امیر کے فرائض'' کا مطالعہ کر لیجئے۔ اب جو ان فرائض کو

ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ امیر بھی نہیں ہوسکتا۔ اس کا امیر بننا اور اسے امیر سمجھنے کا مطلب یہ کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ بھی تکلیف دیتا ہے۔ اس سے کئی آیات کی تکذیب لازم آتی ہے۔ مسعود صاحب نے لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خود ہی کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار دہرایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (الانعام : ۱۵۲، الاعراف : ۴۲، المؤمنون : ۶۲)

ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے لیکن اس کی طاقت کے مطابق'' (تفسیر قرآن عزیز ۱/ ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ نے امیر کی اطاعت فرض کی تو اسے چند اضافی فرائض کا مکلّف بھی بنایا اگر اس میں طاقت نہ ہوتی تو مکلّف نہ بنایا جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مکلّف بنایا ہے تو امیر کو یہ فرائض انجام دینے ہوں گے اپنی کمزوری کا عذر پیش کرنا لغو ولا یعنی ہے۔ اب آیئے ان کے دوسرے جواب کی طرف۔ مسعود صاحب نے لکھا:

''دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ امیر جماعت خلافت کے حصول کے لئے جدو جہد کرتا ہے لہٰذا اس جدو جہد کے زمانہ میں اس سے خلیفہ کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کرنا بالکل لغو ہے۔ اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے۔ تیسری جماعت میں پڑھنے والا بھی طالب علم ہے اور بی، اے میں پڑھنے والا بھی طالب علم ہے۔ تیسری جماعت میں پڑھنے والا کوشش کر رہا ہے کہ وہ بھی بی، اے کا طالب علم بن جائے لیکن ابھی بنا نہیں تو کیا اس تیسری جماعت کے طالب علم سے یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بی، اے کے پرچے حل کرے۔ ہرگز نہیں دونوں میں محض طالب علم ہونے کی یکسانیت اس بات کی متقاضی نہیں کہ تیسری جماعت کا طالب علم بی، اے کے پرچے حل کرے۔ بالکل اسی طرح امیرِ جماعت بھی امیر ہوتا ہے اور خلیفہ بھی امیر ہوتا ہے تو کیا امیر جماعت سے اس حال میں کہ وہ خلیفہ بننے کی کوشش کر رہا ہو یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خلیفہ کے

فرائض انجام دے، ہرگز نہیں۔ محض امارت کی یکسانیت اس بات کی متقاضی نہیں ہو سکتی کہ ہر امیر سے خلیفہ کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے۔"

(امیر کی اطاعت ص ۲۱۔۲۲، اشاعت جدید ص ۱۲، آئینہ دار ص ۲۳۵۔۲۳۶)

جواب سے پہلے ہم یہ عرض کر دیں کہ جب مسعود صاحب مخالفین کی جانب سے مثال سنتے یا دیکھتے تو فرماتے: "صلاح الدین صاحب! ہم ایسی مثالوں سے مرعوب نہیں ہوتے اور نہ انہیں دلیل کا درجہ دیتے ہیں۔" (الجماعۃ ص ۳۳)

اگر "مرعوب نہیں ہوتے" تو مثالیں دے کر مرعوب کرنے کی کوشش کیوں کرتے تھے؟ جب دلیل کا درجہ نہیں دیتے تو مثال بیان کیوں کرتے ہیں؟ سمجھانے کے لئے۔ تو جناب دوسرے بھی سمجھانے کے لئے ہی ایسا کرتے ہیں۔ بہرحال ہم بھی اس بچگانہ مثال سے مرعوب نہیں ہوئے۔ البتہ اس کی وضاحت کئے دیتے ہیں۔

دوسرے جواب کا جواب: مسعود صاحب کا دوسرا جواب بھی خود ان کے خلاف ہے۔

چونکہ اپنی اس مثال کے مطابق مسعود صاحب "تیسری جماعت کے طالبعلم" کے مصداق تھے، اور بڑی التجائیں کرتے کہ مجھ سے بی، اے (B.A) کے پرچے مت حل کراؤ... بلاشبہ تیسری جماعت کے عام طلباء سے "بے، اے" کے پرچے حل کرنے کا مطالبہ درست نہیں، لیکن تیسری جماعت کا ایسا طالبعلم "بی، اے" کے طالب علم جیسے حقوق، اخراجات اور حیثیت کا پرزور دعویٰ و مطالبہ کرنے لگ جائے محض طالب علم ہونے کی یکسانیت کی بنا پر اور درجات کے تفاوت کو یکسر نظر انداز کر دے تو سوچئے ایسے نادان طالب علم کو اس کی اصل حیثیت و کیفیت یاد دلانے اور سمجھانے کے لئے اس سے "بی، اے" کے پرچے حل کرانے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا یہ مطالبہ درست ہوگا یا غلط؟ یقیناً کیا جا سکتا ہے اور یہ مطالبہ درست ہی ہوگا۔ تو اس مطالبہ کے بعد جوں ہی وہ ضدی یا نادان طالب علم اپنی بے بسی و عجز کا اظہار کرے کہ جی میں تو ابھی بچہ ہوں اور صرف "تیسری جماعت کا طالب علم" ہوں بھلا یہ پرچے میں کیسے اور کس طرح حل کر سکتا ہوں؟؟؟!!!

تو تب اُسے کہا جائے گا کہ جناب! جب آپ ''بی، اے'' کے پرچے حل نہیں کر سکتے، اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر آپ کو ''بی، اے'' کے طالب علم جیسے حقوق، درجات و اخراجات کے مطالبے سے بھی یکسر باز رہنا چاہیے، یہ مطالبہ چھوڑ دیجئے کہ ابھی آپ اس لائق ہوئے نہیں ہیں، جب ہوں گے نا، تب کیجئے گا، بصد شوق لکھیے گا اور من کی مراد پا لیجئے گا۔ اذ لیس فلیس!!!

بس اسی طرح ہر مجبور، بے بس، عاجز، لاچار، بے اختیار، بے اقتدار مأمور اور محکوم شخص جو مسعود صاحب کی طرح خود مثالیں دے دے کر اپنی بے بسی و بے اختیاری کا رونا روئے اور بقول خود ''خلیفہ بننے کی کوشش کر رہا ہو'' اور درحقیقت ''خلیفہ'' کے ایک نقطے سے بھی میلوں اور کوسوں دور ہو، لیکن ''شاہانہ شوق'' کا یہ عالم ہو کہ وہ ان تمام حقوق اور درجات کا مطالبہ کر بیٹھے جو دین اسلام میں ایک ''خلیفہ/ حکمران'' کے لئے مقرر و مختص کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ مسعود صاحب نے دعویٰ کیا بھی، جب یہ لکھا:

''جماعت کے سربراہ کو وہ تمام اختیارات حاصل ہیں جو شریعت نے امیر یا امام کے لئے متعین کئے ہیں''

(امیر کی اطاعت ص ۳، طبع جدید ص ۶۱، آئینہ دار ص ۲۴۳)

تو ایسے ہر محکوم امیر سے ضرور بالضرور یہ مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ جناب ''امیر کے فرائض'' انجام دو۔ تو جیسے ہی وہ کچھ ایسا جواب دے جیسا مسعود صاحب نے دیا، جب لکھا: ''محض امارت کی یکسانیت اس بات کی متقاضی نہیں ہوسکتی کہ ہر امیر سے خلیفہ کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے'' (حوالہ بالا)

تو جواباً کہہ دیا جائے کہ پھر محض ''لفظی یکسانیت'' وہ بھی محض آپ لوگوں کے مفروضہ کے مطابق کس طرح اس بات کی متقاضی ہوسکتی ہے کہ اسے وہ تمام اختیارات حاصل ہوں جو دین اسلام میں ایک واقعی امیر و امام کے لئے متعین کئے گئے ہیں؟ تعجب بالائے تعجب !!! جب حقوق و فرائض ادا کرنے کی باری آئے تو (اپنے مفروضہ کے

مطابق) محض ’’ لفظی یکسانیت‘‘ تو اس بات کی متقاضی نہ ہو کہ فرائض انجام دیئے جائیں۔ لیکن جوں ہی حقوق لینے ، اطاعت کرانے کی باری آئے تو محض ’’لفظی یکسانیت‘‘ ہی تمام حقوق حاصل کرنے کا کافی و شافی ’’متقاضی‘‘ بن جائے اور دہرا معیار اپناتے ہوئے سب کچھ کا مطالبہ بھی کر دیا جائے، بہت خوب ! لینے کے باٹ اور دینے کے باٹ اور۔ سنیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۠﴿۲﴾ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ﴿۳﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ﴿۶﴾ ﴾ (المطففین : ۱۔۵)

’’بڑی ہلاکت ہے ناپ طول میں کمی کرنے والوں کے لئے، وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب لوگوں کو ماپ کر یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بہت بڑے دن کے لئے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔‘‘

مسعود صاحب کا دہرا معیار تو دیکھیں جب ’’فرائض امیر‘‘ کے ادائیگی کا مطالبہ ہوا تو ’’تیسری جماعت کے طالب علم‘‘ کے مصداق بنتے ہوئے ’’بی ، اے‘‘ کے پرچے حل نہ کرانے کی التماس کی اور جوں ہی اختیارات کی باری آئی تو شریعت میں امام مطلب خلیفہ کے لئے متعین تمام اختیارات کے حصول کا اعلان کر دیا۔ بہر حال مسعود صاحب کی بیان کردہ ’’مثال‘‘ کے نام پر انتہائی کمزور اور بودھی دلیل سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ’’امیر کل عالم‘‘ صاحب کی بے بسی و عجز کا کیا ’’عالم‘‘ تھا۔ ایسی ہی کچھ حالت ان کے نئے امیر کی ہے، ان کا بیان ملاحظہ ہو، لکھا ہے: ’’ ہمیں بھی رفتہ رفتہ حکومت دے دے گا، حکومت قائم کرنے کے لئے وقت لگتا ہے‘‘ (ایک معترض کے اعتراضات)

لیجئے، حکومت رفتہ رفتہ ملے گی، فی الحال امید ہی ہے لیکن حاکم جیسے اختیارات اور اپنی اطاعت کے مدعی و داعی ابھی سے بنے بیٹھے ہیں۔

آمدم برسر مطلب!

قائین کرام! ''امیر کے حقوق'' اور ''امیر کے فرائض'' پر اس تفصیلی گفتگو کا مقصد یہ تھا کہ ہر ایک فرد بآسانی سمجھ لے کہ امیر یا امام کسے کہتے ہیں، یہ کس منصب و عہدے کا نام ہے، امید ہے کہ خوب سمجھ آئی ہو گی کہ امام اور امیر حکمران ہوتا ہے۔ جب جماعت : دین نافذ کرنے والی حکومت کو کہتے ہیں اور امام یا امیر : حکمران کو تو حدیث: "تلزم جماعة المسلمين و امامهم" (ترجمہ) مسلمین کی جماعۃ اور ان کے امام کو لازم پکڑو سے مراد اسلامی حکومت اور مسلم حکمران ہے جو اللہ کے دین کو بالفعل نافذ کئے ہوئے ہو۔ کسی غیر اسلامی یا اسلامی حکومت کا محکوم و مامور اور رعایا میں شامل فرد امام یا امیر قطعاً نہیں، اسی طرح اس کی پارٹی و تنظیم بھی احادیث میں مذکور ''جماعۃ'' یقیناً نہیں۔ الحمد للہ یہ ایک ایسی ٹھوس اور واضح حقیقت ہے کہ رجسٹرڈ فرقہ پرست کا لٹریچر بھی اس پر ببانگ دہل گواہی دے رہا ہے۔

اور یہی وہ لٹریچر ہے کہ جس کے بارے میں مسعود صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ

> ''جماعت المسلمین ببانگ دہل یہ کہتی ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اس کا انکار کفر ہے۔'' (جماعت المسلمین کا تعارف ص ۵)

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اپنے ہی پیش کردہ لٹریچر کا انکار کر کے کفر کے مرتکب ہوتے ہیں یا تسلیم کر کے اسلام پر عمل کرتے ہیں، باقی کمزور امیر کے سلسلے میں ان کے کیا دلائل ہیں؟ ان کا جائزہ اپنے مضمون ''کمزور امیر، فرمانِ رسول ﷺ اور رجسٹرڈ فرقہ'' میں لیں گے۔ ان شاء اللہ

☆......☆......☆

سنت کے سائے میں

از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ترجمہ: حافظ ندیم ظہیر

جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد افضل اعمال میں سے ہے

تقریباً ۱۴۱۹ھ میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ایک عربی جریدے "سیاحة الامة" میں "فی ظلال السنة" کے نام سے فقہ الحدیث لکھنے کا آغاز کیا، پھر یہ سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا اور بہت مقبول بھی ہوا۔ ہم اسی مفید سلسلے کو اردو قالب میں ڈھال کر ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔ شیخ محترم کا اسلوب یہ تھا کہ کوئی ایک حدیث باسند نقل کر کے اس کی تخریج و تحقیق کرتے، پھر فقہ الحدیث کے تحت مسائل استنباط کرتے، بعض اوقات غریب الحدیث کی بھی وضاحت فرما دیتے تھے۔ اللھم اغفرله وارحمه

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ پر ایمان لانا اور اسکی راہ میں جہاد کرنا۔" میں نے دریافت کیا: کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو غلام اس کے مالک کے نزدیک عمدہ ہو اور قیمتی بھی ہو۔" میں نے عرض کیا: اگر میں یہ نہ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا: "تو کسی صانع (کام جاننے والے) کی مدد کر یا بے ہنر کے لیے مزدوری کر۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں خود کمزور و ناتواں ہوں؟ آپ نے فرمایا: "اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھ کیونکہ یہ تیرا اپنے نفس پر صدقہ ہے۔" (صحیح مسلم: ۸۴ [۲۵۰])

فقہ الحدیث:

یہ حدیث بہت زیادہ فوائد پر مبنی ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱: یہ حدیث جہاد کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایمان کے ساتھ ذکر کیا ہے، یعنی جہاد ایمان کے بعد افضل اعمال میں سے اور جہاد صرف فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ کی راہ میں عمدہ، نفیس اور مرغوب مال خرچ کرنے کی فضیلت اور اس کی

تائید: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝۹۲﴾ ”تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کرسکو گے حتیٰ کہ تم ان (چیزوں سے) خرچ کرو جنھیں تم پسند کرتے ہو اور جو کوئی چیز تم خرچ کرو گے تو بلاشبہ اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔“ (آل عمران: ۹۲/۳) سے بھی ہوتی ہے۔

۳: ایمان میں قول وعمل ہے اور اس عقیدے پر اہل سنت (اہل حدیث) کا اتفاق ہے۔ مرجیہ و جہمیہ اور اہل بدعت وغیرہ گمراہ لوگوں کے علاوہ کوئی اس (عقیدے) کا مخالف نہیں ہے۔

۴: یہ حدیث محدثین کی کمال امانت و دیانت پر دلیل ہے کیونکہ وہ بعض الفاظ میں اختلاف کی بنا پر اگرچہ (اختلاف) ہلکا ہی ہو اپنے شیوخ کے الفاظ کے مابین فرق بیان کرتے ہیں، لہٰذا امام مسلم رحمہ اللہ نے یہاں زہرانی کے الفاظ نہیں لکھے بلکہ ان کے شیخ خلف بن ہشام کے لکھے ہیں اور اس کی صراحت بھی فرمادی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ.

۵: برائی اور شر سے اجتناب بھی انسان کے فعل اور اس کے عمل میں سے ہے جس پر اسے اجر وثواب مل سکتا ہے، بشرطیکہ اجتناب کرنے میں قصد ونیت شامل ہو۔

۶: طالب علم کے لیے جائز ہے کہ وہ حسن مراجعت اور ادب کے ساتھ اساتذہ سے سوال کرے۔

۷: معلم (استاذ) کو اپنے شاگردوں کے ساتھ نرمی، صبر اور شفقت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

۸: ابن منیر نے فرمایا: ”اس حدیث میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ صانع کی مدد غیر صانع کی مدد سے افضل ہے کیونکہ غیر صانع کی مدد تو ہر کوئی کرتا ہے لیکن صانع کے بارے میں یہ سمجھ کر غفلت ہوسکتی ہے کہ وہ تو کام (ہنر) جانتا ہے۔ پس یہ صدقہ علیٰ مستور کی جنس سے ہے۔ (فتح الباری: ۱۴۹/۵)

۹: ہشام بن عروہ تابعی ہیں اسی طرح ان کے والد اور ابو مراوح بھی تابعی ہیں، یعنی اس سند میں بالترتیب تین تابعی ہیں۔

۱۰: (فضولیات ولغویات سے) خاموش رہنے کی فضیلت بھی واضح ہے۔

حافظ شیر محمد الاثری

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے محبت

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”الإمام، المفتي، المقرئ، المحدث، راوية الاسلام، أبو حمزه الأنصاری المدنی، خادم رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم .“

(سیر اعلام النبلاء : ۳/ ۳۹۶)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے، میں اس وقت دس سال کا تھا اور جب آپ نے وفات پائی اس وقت میں بیس سال کا تھا اور میری مائیں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کی رغبت دلاتی تھیں۔ (صحیح مسلم : ۲۰۲۹/ ۱۲۵) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَللّٰھُمَّ اکْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيْمَا أَعْطَيْتَهُ .)) ”اے اللہ! اس کا مال اور اس کی اولاد زیادہ کردے اور جو کچھ تو نے اسے دیا ہے اس میں برکت ڈال دے۔“

(صحیح بخاری : ٦٣٣٤ ـ صحیح مسلم : ٢٤٨٠)

اللہ رب العزت نے یہ دعا قبول فرمائی جس کے نتیجے میں سو کے قریب آپ کے بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں تھے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۲۴۸۱) اور آپ کے مال میں اس قدر برکت ڈال دی گئی کہ آپ کا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا اور اس باغ میں ریحان (کا پودا) تھا جس سے کستوری جیسی خوشبو آتی تھی۔

(سنن الترمذی : ۳۸۳۳ وسندہ صحیح)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے انگور سال میں دو دفعہ پھل دیتے تھے۔ (دیکھئے: الطبقات

لابن سعد (۷/ ۱۹ وسندہ حسن) سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے دنیا و آخرت کی ہر دعا فرمائی اور انصار میں مجھ سے زیادہ کوئی دولت مند نہیں۔ (مسند احمد: ۳/ ۱۰۸، ح: ۱۲۰۵۳، صحیح)

آپ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے میرے لیے تین دعائیں (بطورِ خاص) مانگی تھیں جن میں سے دو کا اثر میں نے دنیا میں دیکھ لیا اور تیسری کی آخرت میں اُمید ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۸۱)

آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ ایک دفعہ بارش نہیں ہو رہی تھی اور فصلوں کو پانی کی اشد ضرورت تھی، لہٰذا سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی تو فوراً بادل آ گئے اور خوب بارش ہوئی۔ (دیکھئے: الطبقات لابن سعد: ۷/ ۲۱، ۲۲ وسندہ حسن)

آپ نے میدان جہاد میں بھی رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا اور آپ کی بہت زیادہ خدمت کی۔ اسحاق بن عثمان الکلابی نے موسیٰ بن انس بن مالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کتنے غزوات میں حصہ لیا؟ تو انھوں نے فرمایا: آٹھ غزوات میں۔ (التاریخ الکبیر للبخاری ۱/ ۳۹۸ وسندہ صحیح)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ”تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟“ اس نے عرض کیا: کوئی تیاری نہیں لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ)) ”تو جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔“ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی ﷺ، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں اپنی محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۶۸۸، صحیح مسلم: ۲۶۳۹)

اے اللہ! ہمارے دل اپنی محبت اپنے رسول (سیّدنا محمد ﷺ) اور ان کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے بھر دے۔ آمین

ابو احمد وقاص زبیر

سرزمین شام کے فضائل صحیح احادیث کی روشنی میں

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوۃ والسّلام علی رسولہ الأمین، أما بعد:

آج کل ملک شام کے اہل حق ظلم و بربریت کا شکار ہیں، لیکن اس کے باوجود توحید وسنت کے یہ پروانے استقامت کا پہاڑ ثابت ہو رہے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کی خاص نصرت و مدد فرمائے۔ آمین

سرزمین شام کے ان حالات کے پیش نظر اور اہل حق کو باہمت رکھنے کی غرض سے چند صحیح وحسن احادیث پیش خدمت ہیں:

(۱)...... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! ہمارے شام میں برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت فرما۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! ہمارے شام میں برکت فرما، اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت فرما، تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے نجد میں بھی؟ (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری بار فرمایا: "وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔" (صحیح بخاری: ۷۰۹۴، ۱۰۳۷)

تنبیہ:...... یہاں نجد سے مراد عراق ہے، جیسا کہ دوسری صحیح احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ (دیکھئے: مسند احمد: ۲/ ۱۴۳ ح: ۶۳۰۲ وسندہ صحیح۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲/ ۳۸۴ ح: ۱۳۴۲۲ وسندہ حسن)

(۲)...... سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شام (والوں) کے لیے خوشخبری ہے۔" ہم نے کہا: کس چیز کے سبب؟ اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیونکہ رحمٰن کے فرشتے اس پر اپنے پَر پھیلائے ہوتے

ہیں۔" (سنن ترمذی: ٣٩٥٤، مسند احمد ٥/ ١٨٤، ١٨٥، وسندہ حسن)

(٣)......سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے (خواب میں) کتاب کا ایک ستون دیکھا جو میرے تکیے کے نیچے سے نکلا، پھر میں نے دیکھا کہ وہ بلند نور ہے جو شام کی طرف جا رہا ہے۔ یاد رکھو! جب فتنے بپا ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔" (دلائل النبوة للبیھقی ٦/ ٣٩٣ ح: ٢٨٠٧، جزء ابی العباس الاصم: ٥١، طبع دار البشار، وسندہ حسن۔ نیز دیکھئے: المستدرك للحاكم: ٤/ ٥٠٩)

(٤)...... سیدنا ابن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب معاملہ یہ ہو جائے گا کہ تم مختلف گروہوں اور لشکروں میں جمع ہو جاؤ گے۔ ایک لشکر شام میں ہوگا، ایک یمن میں اور ایک عراق میں۔" ابن حوالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اگر میں ان حالات کو پاؤں تو آپ میرے لیے جگہ منتخب فرما دیں (کہ کہاں پناہ پکڑلوں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ملک شام کو اختیار کرنا کیونکہ وہ اللہ کی زمین میں بہترین (قطعہ) ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو یہاں (جمع) فرما دے گا، لیکن اگر تم اس کا انکار کرو تو اپنے یمن کو اختیار کرنا، اور اپنے کنوؤں اور تالابوں کا پانی پینا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور شام (میں حق) والوں کی (فتنوں سے حفاظت کی) ضمانت دی ہے۔" (سنن ابی داود: ٢٤٨٣، مسند احمد ٤/ ١١٠، وسندہ صحیح)

(٥)...... بھز بن حکیم اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کہاں کا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس طرف" اور اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔

(سنن ترمذی: ٢١٩٢، وسندہ حسن)

(٦)...... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب قیامت سے پہلے حضرموت (ایک شہر) یا حضرموت کے سمندر کی جانب سے آگ نکلے گی، جو لوگوں کو جمع کرے گی۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے

رسول ! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شام کو لازم اختیار کرنا۔''
(سنن ترمذی : ۲۲۱۷ ، مسند احمد ۲/ ۶۹ ، یحییٰ بن ابی کثیر نے سماع کی تصریح کر دی ہے، دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ ۷/ ۴۷۱ ، مسند ابی یعلیٰ ۹/ ۴۰۵ ح ۵۵۵۱ وسندہ صحیح)

(۷)...... سیدنا سلمہ بن نفیل الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، تو ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! لوگوں نے گھوڑوں میں رغبت رکھنا چھوڑ دی اور ہتھیار بھی چھوڑ دیئے اور کہتے ہیں : اب کوئی جہاد نہیں، جنگ موقوف ہوگئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی طرف چہرہ مبارک کیا اور اور فرمایا: ''وہ لوگ غلط کہتے ہیں، ابھی ابھی (حکم) قتال آیا ہے۔ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ قوموں کے دلوں کو ان کے لیے پھیر دے گا اور قیامت تک اللہ تعالیٰ ان میں سے انھیں روزی دے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے اور قیامت تک گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے، اور مجھے وحی کی گئی ہے کہ میری روح بہت جلد قبض کر لی جائے گی اور تم مختلف گروہ ہو کر میری پیروی کرو گے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے۔ مومنوں کے ٹھہرنے کی جگہ اور مرکز شام ہوگا۔'' (المعجم الکبیر ۷/ ۵۲ ح ۶۳۵۷ ، مسند الشامیین کلاھما للطبرانی ۱/ ۵۶ ح ۵۷ ، نیز دیکھئے: سنن نسائی : ۳۵۹۱ وسندہ صحیح)

(۸)...... سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ کو سلام کہا تو آپ نے پوچھا: عوف ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ''اندر آجاؤ'' میں نے کہا: سارے کا سارا یا بعض؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ سارے کے سارے آجاؤ'' آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پہلے کی چھ نشانیاں شمار کرو۔''

۱: میری موت، عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رونے لگا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مجھے چپ کرانے لگے، فرمایا: میں نے کہا: ایک۔

۲: بیت المقدس کی فتح۔ میں نے کہا: دو۔
۳: میری امت میں ایک وبا پھیلے گی جیسے بکریوں کی بیماری قعاص پھیلتی ہے۔ کہو: تین
۴: میری امت میں ایک فتنہ برپا ہوگا اور اس فتنے کا بہت بڑا بیان کیا۔ کہو: چار۔
۵: تم میں مال کی اتنی فراوانی ہو جائے گی یہاں تک کہ کسی شخص کو سو دینار دیے جائیں گے تو وہ اس پر بھی ناراض ہوگا۔ کہو: پانچ،
۶: تمھارے اور بنی اصفر (رومیوں) کے درمیان صلح ہوگی تو وہ (دھوکا اور عہد شکنی کرتے ہوئے) اسی "غایہ" لے کر تم پر چڑھ دوڑیں گے، میں نے کہا: غایہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جھنڈا۔ پھر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا، اس دن مسلمانوں کا مرکز "غوطہ" کے علاقے میں ہوگا جو کہ دمشق کے شہر میں ہے۔"

(مسند احمد ٦/ ٢٥ ، الفتن لنعیم بن حماد: ٧١ ، المعجم الکبیر ١٨/ ٤٢ ح ٧٢ ، مسند الشامیین للطبرانی ٢/ ٦٩ ح ٩٣٤ ، مسند البزار ٧/ ١٧٦ ح ٢٧٤٢ وسندہ صحیح ، مزید دیکھئے: صحیح بخاری : ٣١٧٦)

(۹)...... سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خونخوار جنگ کے دن مسلمانوں کا مرکز دمشق کی جانب میں موجود مقام "غوطہ" ہوگا اور دمشق شام کے بہترین شہروں میں سے ہوگا۔"

(سنن ابی داود : ٤٢٩٨ ، مسند احمد ٥/ ١٩٧ ، وسندہ صحیح)

(۱۰)...... معاویہ بن قرہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اہل شام فساد کا شکار ہو گئے تو اس وقت تم میں کوئی خیر نہ ہو گی، میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ مدد کیا جائے گا ان کی مخالفت کرنے والے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔" (سنن ترمذی: ٢١٩٢ ، مسند احمد ٣/ ٤٣٦ ، مسند ابی داود الطیالسی ٢/ ٤٠٢ ح ١١٧٢٠ ، وسندہ صحیح)

تنبیہ:...... اس آخری حدیث سے عیاں ہے کہ شام و اہل شام کے جتنے بھی

فضائل ومناقب ہیں ان کے مصداق صرف اہل حق اور طائفہ منصورہ ہی ہیں، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے فوراً بعد ہی امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ سے اور وہ اپنے شیخ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں: ”ھم أصحاب الحدیث“

موجودہ صورت حال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ آج شام کے باسیوں میں سے صرف اہل حق کو ظلم و جبر کا نشانہ بنایا جارہا ہے، انھیں طرح طرح کی اذیتیں دی جارہی ہیں، ان کے بچے ذبح ہورہے ہیں ان کے گھر ان پر جلائے جارہے ہیں۔ اے اللہ! شام کے اہل حق کی نصرت و مدد فرما، اسلام اور اہل اسلام وایمان کو غلبہ عطا فرما۔ آمین

مصافحہ کرنے کی فضیلت

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو کوئی دو مسلمان آپس میں ملیں، پھر ان میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ (کر اُس سے مصافحہ کر) لے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ان دونوں کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کردے۔“

(مسند احمد: ۱۴۲/۳، ح: ۱۲۴۵، وسندہ حسن)

تنبیہ: یہ حسن لذاتہ حدیث ہمیں سنن ابی داود (۵۲۱۱، ۵۲۱۲) وغیرہ کی ضعیف روایات سے بے نیاز کردیتی ہے۔ وللہ الحمد

اہم اعلان

اشاعتِ خاص ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو (مارچ ۲۰۱۴ء) بیاد محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ، تیاری کے مراحل میں ہے۔ اس سلسلے میں لکھنے والے احباب سے گزارش ہے کہ یکم فروری تک اپنے مضامین مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک کے پتے پر ارسال کردیں۔ 5 فروری کے بعد موصول ہونے والا مضمون قابل اشاعت متصور نہیں ہوگا۔ (ادارہ)

حافظ محمد یونس اثری (کراچی)

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ معاصرین کی نظر میں

فضیلۃ الشیخ مولانا رفیق اثری حفظہ اللہ:

میں ان کی وفات کو جماعت کے لیے بہت بڑا نقصان اور سانحہ سمجھتا ہوں، رجال پر ان کی بہت گہری نظر تھی اللہ انہیں غریق رحمت کرے، آل دیوبند وغیرہ کے حوالے سے لکھنے میں بھی ان کا انداز منفرد تھا، اگرچہ بہت سے لوگ ان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے لیکن وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، مستحکم دلائل کے ساتھ اچھے انداز میں جواب دیتے تھے۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے اور جماعت کو ان کا اچھا نعم البدل عطا کرے۔

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ:

وہ بڑے عظیم عالم دین تھے، بالخصوص علم الرجال میں وہ خاص ملکہ رکھتے تھے کہ پورے پاکستان میں اس فن میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے، زہد وتقویٰ اور قوی حافظہ ان کی شخصیت کے نمایاں پہلو ہیں۔

فضیلۃ الشیخ مسعود عالم حفظہ اللہ:

وہ اپنے زمانے کے بہت نادر آدمی تھے۔ اللہ نے انہیں بہت علم اور حافظہ عطا فرمایا تھا۔ جماعت کے لیے انہوں نے بہت مخلصانہ کوششیں کی ہیں۔ خاص طور پر حدیث نبوی کی خدمت کی۔ ہر محاذ پر جہاں کہیں بھی سنت کے خلاف کسی نے آواز اٹھائی، آپ نے دفاع کیا۔ مسالک کے متعصبین پیروکاروں کے خلاف انہوں نے بڑا عالمانہ جہاد کیا ہے۔ اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور اللہ رب العزت انہیں اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ:

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے اور اپنے ہم عصر علماء میں سے پاکستان کے اندر اسماء الرجال کے زیادہ ماہر تھے اور گمراہ کن افکار کے حامل افراد کے خلاف کتاب و

سنت کی روشنی میں بہت جلد میدان میں اتر آتے تھے، ماہنامہ الحدیث اس بات کا بہت بڑا شاہد ہے۔ اسی طرح خدمت حدیث پر ان کی کتب اور مقالات ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی طرح جب بھی اہل بدعت کے خلاف کوئی بھی مناظرے کا محاذ گرم ہوا تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے رفقاء کے شانہ بشانہ چلے اور اپنے ساتھیوں سے بڑھ کر دلائل کی تیاری کے ساتھ میدان میں اترے۔ اس طرح کا عبقری شخص سالوں بعد پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو انبیاء، شہداء اور صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے اور انہیں جنت الفردوس کے اونچے مقام پر فائز کرے۔ اللہ تعالیٰ اہل حدیث علماء میں جو خلاء پیدا ہوا ہے، اس کو اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ پُر فرمادے اور شیخ صاحب جیسی خوبیوں کا حامل عالم عطا فرمادے۔ آمین یارب العالمین

فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ:

الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ماشاء اللہ! اللہ نے انہیں جو صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں اور جو ودیعتیں بخشی تھیں وہ انہی کا خاصہ ہیں۔ حدیث و رجال پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا حفظ و ضبط عطا فرمایا تھا۔ میں تو انہیں اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ ابھی تعلیم حاصل کر رہے تھے، بلکہ اس سے بھی پہلے ان کی دکان پر بھی ان کے پاس آتا جاتا تھا۔ پھر وہ دار الدعوۃ السّلفیہ آ گئے تھے۔ وہاں انہوں نے 4 مہینوں میں قرآن مجید یاد کیا۔ اللہ نے انہیں بڑی بڑی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ لیکن ہر آدمی کا وقت اللہ کے یہاں مقرر ہے، آنے کا وقت بھی جانے کا وقت بھی۔ لیکن آپ بہت جلد ہی چلے گئے، جتنی ان سے توقعات تھیں کہ وہ اللہ کے فضل و کرم سے بہت کچھ حدیث کی خدمت سرانجام دیں گے لیکن وہ ادھوری رہ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور جو مساعی ہیں وہ قبول فرمائیں اور جو کمی بیشی، کمزوریاں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی معاف فرمائے۔ (آمین)

☆......☆......☆

فضیلۃ الشیخ عبد الستار حماد حفظہ اللہ:

اسماء الرجال کے فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ حنفیت کے حوالے سے بڑا جاندار تبصرہ ہوتا تھا۔ اختلاف کو برداشت کرنے والے تھے۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔ (آمین)

فضیلۃ الشیخ خلیل الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ:

میدان تحقیق کے شہسوار تھے، آپ کی وفات سے جماعت کا بڑا نقصان ہوا ہے۔

فضیلۃ الشیخ محمود الحسن حفظہ اللہ:

محدث شہیر حافظ زبیر علی زئی (تغمده اللّٰه بغفرانه واسكنه فراديس الجنانه وفضله على فوق كثير من الناس يوم القيامة) بہت ہی عظیم عالم اور محدث تھے، میرا ان سے تعارف میرے دوست خورشید احمد کے ذریعے ہوا۔ شیخ مرحوم جب بھی کراچی تشریف لاتے، انہی کے گھر قیام فرماتے۔ اللہ نے ان کو علم کا بحر بیکراں بنایا تھا۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ چند سال پہلے دار الحدیث رحمانیہ کراچی میں ان کا درس بخاری بھی سنا تھا، بڑا معلوماتی اور محققانہ درس تھا۔ ان کے درس سے میں نے بھی اپنی بہت سی غلط معلومات کی اصلاح کی تھی۔ اس طرح خورشید احمد صاحب کے مکان پر ان کا ایک درس توحید کے موضوع پر ہوا تھا، میں بھی اس سے بڑا مستفید ہوا۔ نصف شعبان کی فضیلت پر ٹیلیفون پر ان سے گفتگو بھی ہوئی تھی جس میں کچھ تلخی بھی آ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

بہرحال وہ علم کا پہاڑ تھے۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اسی طرح نابالغ بچے کی امامت کے موضوع پر بھی ان سے فتویٰ طلب کیا تھا جو آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ بڑا ہی علمی اور مدلل جواب تھا، احناف کے مؤقف کی انہوں نے بڑی مؤثر تردید فرمائی تھی۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

Monthly AlHadith Hazro

همارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کرکے
اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر